ایمان افروز اور سبق آموز کہانیوں کا سلسلہ

آستین کے سانپ

کہانی نمبر 7

اُلٹا چور اُلٹے کوتوال

عزام محسن

اساس انسٹیٹیوٹ

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام مجموعہ:	آستین کے سانپ
نام کہانی:	اُلٹا چور اُلٹے کوتوال
مصنف:	عزام محسن
تعداد:	ایک ہزار
تاریخ:	جنوری 2024
زیر انتظام:	اساس انسٹیٹیوٹ
پبلشر:	اردو سرائے
رابطہ نمبر:	محمد عبداللہ 0334-9363518

دل کی بات

قدرت نے انسان کے سامنے دو راستے رکھے ہیں۔ایک حق اور دوسرا باطل...ایک سچ اور دوسرا جھوٹ...ایک صحیح اور دوسرا غلط...اس وقت دنیا میں جتنی بھی نظریاتی محنت ہو رہی ہے ،اس میں ہر کوئی اپنے آپ کو حق اور سچ کا دعویدار کہتے ہوئے دوسرے کو غلط اور جھوٹ ثابت کر رہا ہے۔

خالقِ کائنات نے اپنی کتاب،قرآن مجید فرقانِ حمید میں حق اور باطل کی نشانیاں واضح کی ہیں ۔حق والوں کا راستہ بھی بتایا ہے اور باطل کی ریشہ دوانیوں سے بھی پردہ چاک کیا ہے۔باطل نے حق کا راستہ روکنے کے لیے کبھی علی الاعلان اُسے للکارا ہے اور کبھی حق کا جعلی روپ دھار کر بہروپیے کی شکل اختیار کی اور حق والوں کو سیدھے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کی ہے۔اس ساری محنت کے پیچھے نسلِ آدم کا ازلی دشمن ابلیس ہی ہے۔

ابلیس جب سے راندۂ درگاہ ہوا،تب سے ہی انسان کو گمراہ کرنے پر لگا ہوا ہے۔ایسی صورتِ حال میں انسان کے لیے درست راستے کا انتخاب ضروری اور لازم ہو جاتا ہے۔ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دراصل خاتم النبین ہیں۔ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی اپنی نبوت کے ساتھ نہیں آئے گا ،مگر قدرت کے اس فیصلے سے بغاوت کرنے والے کئی شیطان کے ہرکارے میدان میں آئے ،اپنا اپنا منجن بیچا،عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔انہیں میں ایک نام مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے جس نے خود کو یسوع مسیح کہتے ہوئے نبوت جیسے عظیم مرتبے کی توہین کی۔

مرزے کی سوچ دراصل ہندوستان میں انگریز سرکار کی طے شدہ پالیسی کا تسلسل تھی۔قیامِ پاکستان کے بعد مرزے کے بدبخت پیروکاروں نے اس نئے اسلامی ملک میں اپنے پنجے گاڑنے

شروع کردیے۔ مگر فدایانِ ختم نبوت کی بیش بہا قربانیوں کی بدولت حکومتِ پاکستان کو انھیں غیر مسلم اور کافر قرار دینا پڑا اور اب ان کا کفر آئینِ پاکستان کا حصہ ہے۔ مگر اس کے باوجود قادیانی اسلام کا لبادہ اوڑھے مسلمانوں کو بہکانے میں مصروف ہیں۔ اسی سلسلے میں ادارہ ''اساس'' نے بھرپور انداز میں جواب دیتے ہوئے اہلِ اسلام کو ان کی چالوں سے خبردار کیا ہے۔

قادیانیت کے مکروہ چہرے سے نقاب اتارتے ایسے واقعات، ایسی کہانیاں جو روز کہیں نہ کہیں وقوع پذیر ہوتی ہیں، ادارہ اساس نے انھیں جمع کر کے نئے اسلوب کے ساتھ ''آستین کے سانپ'' کا عنوان دیا ہے۔ یہ کہانیاں مختلف ذیلی عنوانات کے ساتھ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ انھیں خود بھی پڑھیے اور دوسرے مسلمانوں تک پہنچانے میں ہمارے معاون بھی بنیے۔

اساس انسٹیٹیوٹ

اُلٹا چور اُلٹے کوتوال

کالج سے نکلتے ہوئے برہان کا غصے سے برا حال تھا۔اسے شدت سے آج کلاس میں ہوئی اپنی بے عزتی پر دکھ ہو رہا تھا۔ گزشتہ کئی دنوں سے اس کا ٹیسٹ خراب ہو رہا تھا، مگر آج تو پروفیسر خالد کریم نے بغیر کوئی رعایت رکھے اس کی کچھ زیادہ ہی عزت خراب کر ڈالی تھی۔کالج سے گھر کی راہ لیتے ہوئے برہان اس بے عزتی کو اپنے سر پر سوار کر چکا تھا۔

کبھی وہ تصوارت کی دنیا میں خودکشی کا ارادہ کرتا، کبھی وہ پروفیسر خالد کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتا۔انہی سوچوں میں وہ پاؤں پٹختا اور دانت پیستا ہوا چلا جا رہا تھا۔اب اس کے سامنے تین راستے تھے۔

پہلا راستہ یہ کہ وہ پروفیسر سے اس بے عزتی کا بدلہ لے...دوسرا راستہ یہ کہ وہ چپکے سے کالج چھوڑ دے اور اپنے تمام دوستوں سے تعلق ختم کر لے، جنھوں نے اسے بے عزت ہوتے دیکھا اور دانت نکالے تھے۔تیسرا اور آخری راستہ کچھ مشکل تھا،وہ یہ کہ ساری بات بھلا کر وہ انسانوں کی طرح پڑھنا شروع کر دے، محنت کرے اور اچھے نمبر حاصل کر کے اپنے کلاس فیلوز اور پروفیسرز کو انوکھے انداز میں جواب دے۔

اس نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کے بارے میں ابھی سوچا ہی تھا کہ پیچھے سے اسے کسی نے آواز دی۔ یہ جانی پہچانی آواز اس کے بہترین دوست ثاقب کی تھی۔ وہ اس کی بے عزتی پر بہت پریشان تھا۔ اب اسے ڈھونڈتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ ثاقب نے آتے ہی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے بُلانے کی کوشش کی، مگر برہان ابھی تپا ہوا تھا۔ اس نے ثاقب کا ہاتھ بھی جھٹک دیا تھا۔ بے چارا ثاقب اس کی منتیں کرتا رہ گیا۔

"ارے میرے پیارے برہان...! یار کب سے تمھیں ڈھونڈ رہا تھا، اور تم ہو کہ نخرے ہی دکھائی جا رہے ہو۔ کدھر نکل گئے تھے یار تم؟"

ثاقب کے سوال کا برہان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے دل پر بوجھ اس قدر تھا کہ وہ مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جا چکا تھا۔ ثاقب نے قریب جا کر برہان سے آنکھیں چار کی اور اسے دیکھنے کے بعد ثاقب کو پر اُس کی آنکھوں میں شدید اُداسی اور مایوسی نظر آئی۔

"کیا ہو گیا ہے یار برہان...! کیا پروفیسر کی ڈانٹ پر اس قدر غضب ناک ہو یا گھر میں کوئی پریشانی ہے؟"

"نہیں... کوئی پریشانی نہیں۔" برہان نے مختصر جواب دیا۔

"تو کیا پھر کوئی محبت وغیرہ کا چکر ہے؟"

اس بار پھر برہان دانت نکالتے ہوئے ثاقب کے پیچھے بھاگا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ثاقب اسے زبردستی پکڑ کر چائے کے ایک ڈھابے میں لے گیا اور دو کپ چائے آرڈر دے دیا۔

"برہان! یار تم اب خود ہی بتاؤ، آخر معاملہ کیا ہے؟ کیوں اتنے اُداس اور پریشان ہو۔"

ثاقب کے منہ سے پیار بھرے الفاظ سن کر برہان اچانک اس کے گلے لگ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور اس نے کلاس میں ہونے والی آج کی بے عزتی کا تذکرہ کیا تو تب جا کر ثاقب کو ساری بات سمجھ میں آگئی.

"ارے میرے یار...! برہان یہ بھی کوئی بات ہے؟ تم تو بہت بہادر ہو یار، بھلا اس طرح کی معمولی باتوں کو سر پر سوار کیوں کرتے ہو؟ میرے لئے تو حیران کن ہے۔" ثاقب نے اسے سمجھاتے

ہوئے کہا۔ حالانکہ وہ بھی اندر ہی اندر برہان سے ہونے والے سلوک پر بہت پریشان تھا۔ مگر وہ برہان کو حوصلہ دے رہا تھا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ مثبت سوچ رکھنے والا انسان ثابت ہوا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ برہان کو اس چیز پر راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ کالج چھوڑنا یا پروفیسر سے بدلہ لینا اس بات کا حل نہیں ہے بلکہ دل لگا کر پڑھنا اور محنت کرنا ہی ہمیں سرخرو کرے گا۔"

چناں چہ ان دونوں نے تیسرا راستہ اختیار کرنے کی ٹھان لی۔ اچھے دوستوں کی یہی تو نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لگاتے ہیں۔ آج یہ کام ثاقب نے کیا تھا۔

"یعنی زندگی میں کچھ کرنا ہے، تو پھر پڑھنا ہے۔ بہت مشکل ہے بھئی بہت مشکل... ہاہاہا..."

برہان نے قہقہہ لگایا مگر اب وہ ایک نئے عزم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

گھر کی راہ لیتے ہوئے برہان نے ثاقب کی طرف دیکھا، جیسے پوچھ رہا ہو کہ یہ مشکل پہاڑ کیسے سر کیا جائے گا؟ اس نے ثاقب کے سامنے یہ بات رکھی تو ثاقب نے اس کے کندھے پر تھپکی دی اور کہا:

"میں سمجھ گیا ہوں تمہاری مشکل...! اگر تمہیں کالج کی پڑھائی سمجھ میں نہیں آتی، تو کوئی بات نہیں ہم ایک ٹیوشن سنٹر جوائن کر لیتے ہیں اور کچھ دنوں میں دیکھنا کہ تم پہلے سے بہتر محسوس کرو گے۔ انشاءاللہ... تمہارے اچھے نمبر آنا شروع ہو جائیں گے۔"

وہ آپس میں باتیں کرتے کرتے گھروں کی طرف چلے جا رہے تھے۔ آج کی اس نشست کے بعد برہان خود کو تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔ اب وہ نئے عزم اور نئے ارادے کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا۔ اچھے دوست اور اچھی صحبت انسان کی زندگی بدل سکتے ہیں۔ ثاقب خود تو پڑھنے میں بہت ہوشیار تھا لیکن اپنے دوست کی خاطر وہ بھی اکیڈمی جوائن کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ وہ آس پاس کے معاملات کو بھی گہری نظر سے دیکھتا تھا۔

آخر کچھ روز کی محنت کے بعد ثاقب اور برہان نے ایک اکیڈمی ہیں داخلہ لے لیا۔ یہ اکیڈمی اس علاقے میں نئی نئی شروع ہوئی تھی اور جلد ہی اس نے اپنا نام دیگر اکیڈمیوں سے اوپر کر لیا

تھا۔سنا تھا کہ یہاں کے اساتذہ بہت محنتی ہیں اور بڑی دلجمعی کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔

ثاقب اور برہان نے اکیڈمی میں داخلے کے بعد ایک دوسرے کی پڑھائی میں مدد کرنا شروع کردی۔ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ان کی کلاس کے دو مزید طالبعلم عزیر اور انس بھی اسی اکیڈمی میں داخل ہو گئے۔

دن یوں ہی معمول کے مطابق گزرنے لگے اور رفتہ رفتہ برہان کی تعلیمی کارکردگی میں بہتری آنے لگی، لیکن ایک دن سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب اکیڈمی کے پرنسپل یونس صاحب نے ان کی کلاس میں سائنس کا پیریڈ لیتے ہوئے درمیان میں مذہب کے موضوع پر لیکچر دینا شروع کردیا۔اُن کا لیکچر کیا تھا؟بس مختلف اُلٹی سیدھی باتوں اور حکایتوں کا ملغوبہ تھا۔

کبھی نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے دور کے واقعات کو طنزیہ انداز میں بیان کرنا اور کبھی کسی صوفی یا بزرگ کی بات... کبھی حضرت مسیح موعود کی باتیں تو کبھی دیگر انبیا سے متعلق عجیب عجیب باتیں...انہی باتوں کے درمیان ہندوستان کے شہر قادیان کا تذکرہ بھی ہوا لیکن چونکہ بہت سے طالب علموں کے لئے یہ لفظ نامانوس تھا، تو بات آئی گئی ہو گئی۔اسی طرح یہ سلسلہ چل نکلا کچھ عرصے تک سر یونس اپنا مذہبی انتشار سے لتھڑا سائنسی لیکچر طالب علموں میں منتقل کرتا رہا۔

آخر ایک دن اِس کی زبان پر اصل ہی گیا۔موصوف نے اسلام کی نامور اور سرکردہ شخصیات میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی بڑی عزت و تکریم کے ساتھ نمایاں رکھا تھا۔وہ اسے پہلے پہل تو ولی اللہ اور پھر بعد میں مسیح موعود اور نجانے کیا کیا ثابت کرنا شروع ہو گیا۔

ہماری مسلم نوجوان نسل کا المیہ یہ ہے کہ انہیں دینی امور اور مذہب کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔انھیں اس طرف راغب ہی نہیں کیا جاتا، نتیجہ یہ کہ ان کے کریڈٹ پہ نہ مطالعہ اور نہ ہی تجربات ہوتے ہیں۔ تحقیق اور مشاہدہ سے یہ دور بھاگتے ہیں۔دینِ اسلام کو سیکھنے میں ن کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی اکثریت غلام احمد قادیانی جیسے فتنے کو جانتی تک نہیں۔اس اکیڈمی میں بھی اکثر طالب علموں کا یہی حال تھا۔

البتہ ثاقب نے اپنے گھر کے ماحول کی وجہ سے کچھ حد تک دینی کتابوں کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتا تھا۔اس نے کچھ کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔وہ غلام احمد قادیانی کے نام اور کام سے کچھ حد تک واقف تھا۔کچھ دن پہلے سر یونس کے منہ سے یہ نام سنتے ہی اس کی چھٹی حس بیدار ہوئی تھی۔آج غلام احمد قادیانی پر مفصل لیکچر سن کر تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس معاملے میں کیا کرے؟

اس نے لیکچر کے دوران سر یونس کی بات کو ٹوکا اور کہا:

”سر ہم نے تو سنا ہے کہ غلام احمد قادیانی ایک فتنہ تھا۔جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔یہ ایک کذاب شخص تھا۔“

سر یونس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا کہا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"ضروری نہیں، جو تم نے سنا ہو، وہی حقیقت ہو۔یہ سب مولویوں کی ڈرامے بازیاں ہیں۔“

اس پر ثاقب دوبارہ بولا:

”سر! میں نے صرف سنا ہی نہیں بلکہ اچھی طرح جانتا بھی ہوں کہ مرزا غلام قادیانی نا صرف نبوت کا جھوٹا دعویدار، زندیق اور کافر انسان تھا بلکہ اس کے پیروکاروں کو بھی میں مسلمان نہیں سمجھتا۔یہ صرف میری بات نہیں بلکہ ہم تمام مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ، دراصل عقیدہ ختم نبوت ہی ہے۔مزید یہ کہ ہمارے ملک میں قانونی طور پر بھی قادیانی غیر مسلم قرار دیے جا چکے ہیں۔“

یہ بات سننا تھی کہ پرنسپل یونس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔اس نے خود پر قابو پایا اور پھر ثاقب کو دیکھتے ہوئے لال پیلا ہو گیا۔

”بدتمیز...بدتہذیب....کمینے انسان....استادوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تجھے؟“

یونس نامی اس ٹیچر نے بہانے بناتے ہوئے ثاقب کو ڈانٹا تو پوری کلاس سہم گئی۔

برہان جلدی سے بولا: ”سر! ثاقب نے آپ سے تو کوئی بدتمیزی نہیں کی، آپ خوامخواہ اس پر غصہ کر رہے ہیں۔“

برہان کی بات پر ٹیچر یونس کے چہرے کا رنگ مزید سرخ ہو گیا۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی

فیصلہ کرتا، اچانک باہر کوئی ان سے ملنے آگیا۔ چناں چہ ٹیچر یونس نے لڑکوں کو چھٹی کر دی۔ اس دن بات آئی گئی ہو گئی۔

اگلے روز پھر لیکچر شروع ہوا تو سر یونس نے لیکچر کے دوران کئی بار ثاقب کو مولوی مولوی کہہ کر طنز کرنے کی کوشش کی۔ کبھی بار بین االسطور ثاقب کو وہ بے عزت کرنے کی کوشش کرتا رہا، پھر یہ سلسلہ روزانہ کی بنیاد پر شروع ہو گیا۔ دیکھا دیکھی کلاس کے دیگر طالب علم بھی ثاقب کو مولوی کہہ کر لطف اندوز ہونے لگے۔

ایک دن ثاقب نے چھٹی کے بعد سب طالب علموں کو اکٹھا کر کے اپنے تیئں سمجھانے کی کوشش کہ بھائیو! یہ ہمارے ایمان کا معاملہ ہے۔ مذاق اڑانے والی بات نہیں۔ آپ لوگ کیوں نہیں سمجھتے۔ اس نے کم فہم طلبا کو جھنجھوڑا تھا۔

اگلے دن ٹیچر یونس نے ایک بار پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی کسی بات کا حوالہ دیتے ہوئے اسے نبوت کے درجے پر فائز کرنے کی کوشش کی تو ثاقب نے کھڑے ہو کر کہا:

"سر جی! اللہ کے آخری رسول اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کا فرمان ہے "لا نبی بعدی"، یعنی ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ پاک نے نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم کر دی ہے۔ اس کے بعد کوئی بھی اگر نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ آپ جس شخص کا بار بار نام لے رہے ہیں، اس نے نبوت کا دعوی کیا ہوا ہے اور یہ جھوٹا کافر، منافق، زندیق اور جہنمی شخص ہے۔"

اتنا کہنا تھا کہ یونس نامی اس ٹیچر نے ثاقب کو ایک طرف کھڑا کر دیا اور غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے کہنے لگا:

"استاد میں ہوں یا تم؟ بتاؤ مجھے..."

یہ کہتے ہوئے وہ ثاقب کو ساتھ والے خالی کمرے میں لے گیا۔ کلاس کے تمام طالب علم ٹیچر یونس کے اس رویے پر بہت حیران تھے۔ معلوم نہیں کہ وہ کیا قدم اٹھائے، برہان کو بھی کچھ شک تھا۔ اندر سے کنڈی لگانے کے بعد اس نے ثاقب کو بری طرح پیٹنا شروع کر دیا۔

پہلے پہل تو ثاقب برداشت کرتا رہا ہے، پھر رفتہ رفتہ اس کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ عزیر اور برہان نے زور زور سے دروازہ بجانا شروع کر دیا۔ مگر سر یونس دروازہ کھولنے کے بجائے تشدد کرتے رہے۔ برہان نے عزیر اور انس کو بھاگ کر ثاقب کے گھر بتانے کا کہا اور خود باہر اس نے شور کرنا شروع کر دیا۔

ٹیچر یونس نے باہر شور کی آواز سنی تو لرز گیا، پھر دروازہ کھول کر رفو چکر ہو گیا۔ برہان نے ثاقب کو زمین سے اُٹھایا تو بے چارے کی بری حالت ہو چکی تھی۔

ٹانگیں اور کمر تشدد سے سرخ ہو چکے تھے۔ اس نے ثاقب کو سنبھالا دیا۔ مگر اس کی طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے۔ جلدی سے فون کر کے برہان نے ایمبولینس منگوائی اور اسے اسپتال منتقل کر دیا۔

ثاقب کے والد عبد الرحمان صاحب نے بیٹے کے بارے میں سنا تو جلدی سے اکیڈمی پہنچا اور پھر وہاں سے سیدھے اسپتال جا نکلے۔ اس کی حالت دیکھ کر باپ کا دل کانپ اُٹھا۔ ڈاکٹرز نے فوری طور پر ثاقب کو ابتدائی طبّی امداد دی۔ اس دوران اہل علاقہ پتا چلتے ہی اکیڈمی کا گھیراؤ کر چکے تھے۔ وہ یونس نامی اس قادیانی شخص کی گرفتاری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس دوران کلاس کے دیگر طلبا کو بھی سارے فتنے سے آگہی مل چکی تھی۔

اب یہاں پر اس اکیڈمی کا چلنا مشکل تھا۔ مگر بات پھر وہی کہ ایسے ظالم افراد جو دین و دنیا ہر طرح سے نقصان دہ ہوتے ہیں، مگر ہمارے ہاں وہ قانون کی گرفت سے بچ جاتے ہیں اور پھر کہیں اور جا کر اپنا زہر بیچنا شروع کر دیتے ہیں۔

اہل علاقہ اور اہل محلہ نے احتجاج کیا اور ایس ایچ او کے پاس یونس کے خلاف درخواست جمع کروائی، لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، پھر اس کے بعد یہ درخواست آئی سی کے دفتر میں جمع کروائی گئی، مگر نتیجہ وہی بے سود...

چار و ناچار اس قادیانی یونس اور اس کے دیگر 14 قادیانی اساتذہ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا گیا کہ یہ لوگ امتناع قادیانیت ایکٹ 1984ء کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے

ہیں۔ مقامی مسلمان یونس کو سزا دلوانے کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن یہ عجیب ہے ہمارے ملک کا قانون کہ دین کے مجرموں کو یہاں خال ہی کیفر کردار تک پہچایا جاتا ہے۔

حالانکہ قانونی طور پر یہ قادیانی کسی قسم کی تبلیغی سرگرمی جاری نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس کے باوجود یہ لوگ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انتشار پھیلاتے ہیں۔ ہمارے قانون نافذ کرنے والے ادارے سوئے رہتے ہیں۔

جو لوگ انتشار پھیلاتے ہیں۔ ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا۔ حالانکہ وہ غیر قانونی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ البتہ جو لوگ قانون کی پاسداری اور قانون پر عملدرآمد کروانے کے لیے ایسے لوگوں کو قانون میں لانا چاہتے ہیں اور اپنے بچوں کا مستقبل ان کی علمی زندگی کو محفوظ کرنے کے لئے اقدامات اٹھاتے ہیں، اُلٹا انہی کے خلاف مقدمات بنائے جاتے ہیں۔

یعنی یہاں چور بھی اُلٹا کوتوال کو ڈانتا ہے اور کوتوال بھی اُلٹا شریف لوگوں کی زندگی اجیرن بناتا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمارے ملک کو ایسی آفتوں، فتنوں اور مصیبتوں مکمل طور پر پاک رکھے اور یہاں کے سربراہان کو مکمل سلامی قوانین کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆…☆…☆